بشریٰ رحمان کا فکر و فن: بہ حیثیت ناول نگار۔ تخصیصی مطالعہ

Bushra Rehman's Thoughtful Art: As a Novelist. Special Study

محسن خالد محسن* / عظمیٰ نورین**

Abstract:

Bushra Rehman is a tall personality who has expressed healthy creative diversity in most genres of Urdu literature. His character as a novelist has been more prominent. This thesis consists of a special study of Bushra Rehman's personality and creativity, in which Bushra Rehman's novels have been analyzed in detail in an analytical context and an attempt has been made to form an opinion. This paper can help determine the intellectual and artistic importance of Bushra Rehman's novels. Through this paper, Bushra Rehman's artistic importance as a novelist will be revealed.

Key words: Urdu novel, humanism, patriarchal society, social oppression, feminism, globalization, religious narrative.

خلاصہ: بشریٰ رحمان ایک قد آور شخصیت ہیں جنھوں اُردو ادب کی بیشتر اصناف میں تخلیقی تنوع کا صحت مند اظہار کیا ہے۔ بطور ناول نگار ان کی شخصیت کا وصف زیادہ نمایاں رہا ہے۔ یہ مقالہ بشریٰ رحمان کی شخصیت اور تخلیقی جودت کے خصوصی مطالعے پر مشتمل ہے جس میں بشریٰ رحمان کے ناولوں کو تفصیلاً تجزیاتی تناظر میں پرکھ کر رائے قائم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ مقالہ بشریٰ رحمان کے ناولوں کی فکری و فنی اہمیت کو متعین کرنے میں معاون ثابت ہو سکتا ہے۔ اس مقالہ کے ذریعے بشریٰ رحمان کی بہ حیثیت ناول نگار فنی اہمیت سامنے آئے گی۔

کلیدی الفاظ: اُردو ناول، تانیثیت، نسائیت، پدر سری سماج، معاشرتی جبر، حقِ نسواں، عالمگیریت، مذہبی بیانیہ

---

*لیکچرار، گورنمنٹ شاہ حسین گریجوایٹ کالج، لاہور

**لیکچرار، گورنمنٹ ویمن یونیورسٹی، سیالکوٹ

بشریٰ رحمان اردو ادب کی نمائندہ فکشن نگار خاتون ہیں جن کی تخلیقی حیست نے ان کے نسائی لب و لہجے کو توانا کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ بشریٰ رحمان کا ادبی سفر پچاس برس کو محیط ہے۔ ان کا سرمایہ فن اپنے آپ میں ایک گنج ہائے گراں مایہ ہے جس میں طرح طرح کے جواہر موجود ہیں جن سے تشنگانِ عارفین مستفید ہوتے رہیں گے۔ بشریٰ رحمان کی ذات اپنے اندر ایک ادارہ ایسا وصف رکھتی ہے۔ انھوں نے زندگی کو ہر زاویے سے دیکھا اور اپنی مخصوص فکر اور تعمیری سوچ سے اس میں مثالی کام کیا۔

بشریٰ رحمان کا تعلق بیسویں صدی کے ربع پنجم کی دہائی سے ہے۔ ان کا جنم ۲۹۔ اگست ۱۹۴۴ کو پاکستان کی ریاست بہاولپور میں ہوا۔ انھوں نے ابتدائی تعلیم کی تحصیل کے بعد ایف اے اور بی اے کے امتحانات اعزاز سے پاس کیے۔ ان کے والد ایک معزز گھرانے سے متصل ہونے کی وجہ سے سیاسی عمایدین میں اُٹھتے بیٹھتے تھے۔ تقسیمِ ہند کے بعد جنوبی پنجاب میں ان کے خاندان نے مستقل سکونت اختیار کی جہاں بشریٰ رحمان کا تخلیقی سفر شروع ہوا۔

بشریٰ رحمان نے صحافت میں اپنا لوہا منوانے کی کوشش کی تاہم ادب کی طرف ان کا میلان نسبتاً زیادہ رہا۔ ایم اے صحافت کے بعد پی ایچ ڈی کی ڈگری بھی حاصل کی۔ انھوں نے اردو ادب کو سیاست کے ساتھ اوڑھنا بچھونا عمر بھر بنائے رکھا۔ بشریٰ کی شخصیت اور فکر میں ایک وسیع المشرقی پائی جاتی ہے جس نے ان سے عورت ہونے کے باوجود وہ کام لیے جو چار دیواری میں خود ساختہ محصور عورت کے بس کی بات نہ تھا۔

بشریٰ رحمان کی شادی میاں عبدالرحمٰن سے ہوئی جو اپنے زمانے کے بہت بڑے صنعت کار تھے۔ ان کی شادی ان کے لیے ادبی انقباض کا پیشِ خیمہ ثابت ہوئی۔ مثالی بیوی کی طرح بشریٰ رحمان نے اپنا درد و غم اپنی کہانیوں میں لکھا اور خوب لکھا۔ ایک زمانہ تک ادب سے متصل رہنے کے باوجود ان کی ادبیت سے لبریز تحریر کی چاشنی میں کمی نہ ہوئی۔

بشریٰ رحمان نے ۱۹۸۰ء میں سیاست میں قدم رکھا۔ انھوں نے ایم پی اے اور ایم این اے کی حیثیت سے بطور مثالی اور کامیاب عورت کے اپنا سفر سیاست مکمل کیا۔ ان کی سیاسی فکر کی گہرائی بہت واضح اور تعمیری انداز لیے ہوئے تھی۔ ان کا اندازِ تخاطب اور بات کرنے کا سلیقہ اور اپنے مقصد کے حصول کا ذوق اور عوام کی خدمت کا سچا جذبہ ان کی شخصیت کا وہ فراواں اختصاص ہے جس نے بشریٰ رحمان کو زندگی کے ہر میدان میں کامیابی عطا کی۔

بشریٰ رحمان بظاہر ایک سیاست دان وڈیرے گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں۔ ان کا اُٹھنا بیٹھنا اور طرزِ زیست کا معیار بہت عمدہ اور اعلیٰ تھا۔ اس کے باوجود ان کی طبیعت میں عاجزی اور درماندگی کا عنصر بہت غالب رہا جس کی تصدیق ان کے قرب و جوار سے وابستہ احباب نے تحریر و تقریر میں کی ہے۔

بشریٰ رحمان نے چالیس کے قریب تصانیف یادگار چھوڑیں۔ انھوں نے اردو کی جملہ اصناف میں لکھا۔ انھوں نے شاعری بھی کی اور افسانہ بھی لکھا۔ ناول ان کا خاص میدان رہا۔ اواخر عمر میں انھوں اپنی خودنوشت لکھی اور حضور اکرم ﷺ پر سیرت "سیرتِ محبوب رب العالمین" لکھی جو ان کی متاعِ حیات کا حاصل کل ہے۔

بشریٰ رحمان کا ذہنی ارتکاز شاعرانہ رہا۔ اس کی وجہ ان کے والدہ نصرت رشید کی شخصیت ہے جو اپنے زمانے کی معروف شاعرہ تھیں۔ بشریٰ رحمان کا بچپن اور لڑکپن کا زیادہ تر وقت والدہ کے ساتھ گزرا۔ والدہ کے زیرِ سایہ بشریٰ رحمان نے حرف واحساس سے شناسائی حاصل کی۔ ان کی نثر پر بھی شعریت کی گہری چھاپ دکھائی دیتی ہے، اس کی وجہ ان کی والدہ کے ہاں ہوئی شاعرانہ تربیت ہے جس نے ان کی نثر کو شاعرانہ مرقع بنادیا ہے۔

بشریٰ رحمان نے اپنے شعری مجموعہ "صندل میں سانسیں جلتی ہیں" کے پیش لفظ میں بحوالہ رضی الدین رضی اس بات کا اعتراف کیا ہے:

> "مجھے شعر سننا اور شعر کہنا بچپن ہی سے اچھا لگتا تھا کیونکہ ہمارے گھر میں شاعرات کا جھمگٹا رہتا تھا۔ والدہ کی شاعرانہ طبعیت اور گھر کی ادبی فضا نے مجھے شعر کہنے پر اُکسایا۔ میرے ذہن میں یہ بات پکی بیٹھ گئی تھی کہ اس میں اپنا آپ منوانے کے لیے کوئی منفرد راستہ اختیار کرنا ہو گا، اُس عمر میں تو سب نثر ہی لکھتے تھے اس لیے میں نے کہانیاں لکھیں اور شادی سے قبل ایک ناول بھی لکھا جب میری عمر سترہ برس تھی۔"(۱)

بشریٰ رحمن نے صحافت میں ڈگری لی تھی۔ اس لیے ان کا جھکاؤ ادب کی طرف ہونے کے باوجود انھوں نے روزنامہ "نوائے وقت" میں "چادر، چاردیواری اور چاندنی" کے عنوان سے مدت دراز تک کالم نویسی کی۔ صحافت کے شعبے سے وابستگی نے بشریٰ رحمان کے سیاسی اور سماجی تفکر کو جلا بخشنے میں اہم کردار ادا کیا۔ ان کے کالم پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ روزنامہ "جنگ" میں بھی ان کے کالم گاہے گاہے شائع ہوتے رہے۔ اواخر عمر میں روزنامہ "۹۲نیوز" کے ویب بلاگ کے لیے بھی آپ نے مفید کالم لکھے جس میں موجودہ پاکستانی نظامِ معاشرت کی ارزانی کو ناقدانہ انداز میں واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

بشریٰ رحمان کا بنیادی کام ناول نگاری ہے۔ ناول کے بعد ان کا نام صنفِ افسانہ میں لیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ متفرق موضوعات پر انھوں نے بہت سیر حاصل سرمایہ چھوڑا تاہم ان کی پذیرائی کا مرکز ان کی ناول نگاری کو قرار دیا گیا ہے۔ اپنے شیریں لب ولہجے اور نسائی رچاوٹ سے مملو رویئے سے ہر دل میں گھر کر لینے والی نثر کی خالق بشریٰ رحمان اردو ادب کی نمایندہ فکشن نگاروں میں ایک جداگانہ مقام پر متمکن ہیں۔

آپ کی علمی و ادبی خدمات کے صلے میں حکومتِ پاکستان نے آپ کو ۲۰۰۷ء میں "ستارہ امتیاز" سے نوازا۔ ۲۰۱۲ء میں انھیں "ملکہ سخن" کے خطاب سے نوازا گیا۔ اہل ادب انھیں "بلبلِ پاکستان" کے خطاب سے یاد کرتی ہے۔ علاوہ ازیں صحافت کے میدان میں اعلی کارکردگی کی بنا پر انھیں تمغہ برائے حُسن کارکردگی سے نوازا گیا۔ بیسویں اور اکیسویں صدی کے ربع دوم تک اردو ادب میں نمایاں مقام رکھنے والی بشریٰ رحمان کا انتقال ۰۷ فروری ۲۰۲۲ء میں ہوا۔

بشریٰ رحمان کا تخلیقی سفر ان کی نسائی سوچ کا آئینہ دار ہے۔ بیسویں صدی کے اواخر اور اکیسویں صدی کے اوائل میں جس طرح انھوں نے ادب کی جملہ اصناف میں طبع آزمائی اور ایک سے بڑھ کر ایک عمدہ ناول اردو وادب کے سپرد کیے۔ یہ امر تحسین کے لائق ہے۔ بشریٰ رحمان کی افسانہ نگاری کا ذکر متعلقہ باب میں ہو چکا ہے۔ یہاں ان کی ناول نگاری کا مختصر جائزہ لینے کی کوشش کی گئی ہے۔

بشریٰ رحمان بیسویں صدی کے وسط سے ناول کی طرف آئیں۔ سترہ برس کی عمر میں ان کا پہلا کہانی نما ناول منظرِ عام پر آیا جس کا موضوع اخلاقیات اور اس کی حدود قیود تھا۔ اس ناول کی اشاعت کے بعد ان کی کہانیوں کا مجموعہ شائع ہوا جسے زیادہ توجہ ملی۔ اس توجہ کی امید سے زیادہ توقع نے بشریٰ رحمان کو افسانہ نگاری کی طرف مائل کیا۔ ناول لکھنا آسان کام نہیں جبکہ ایک سے ایک عمدہ اور جاندار تحریر سے متصف ناول کی موجودگی میں ایک ایسا ناول لکھنا جو منظرِ عام پر آتے ہی ہلچل مچادے۔ یہ امر ہر ناول نگار کے لیے سہل نہیں ہوتا۔

بشریٰ رحمٰن نے اپنے پہلے ناول کے بعد تسلسل سے کہانیاں لکھیں اور صحافت سے وابستہ ہونے کے ساتھ ساتھ سیاست کے شغل میں بھی وقت گزارا۔ ان تمام عوامل نے بشریٰ کو "لازوال، پیاسی، لگن، خوبصورت" ایسے ناول لکھنے پر مہمیز بھی کیا اور صحت مند مواد بھی فراہم کیا۔

بشریٰ رحمان کے ناول "خوبصورتی" کا موضوع بدصورتی ہے۔ بشریٰ رحمٰن نے خوبصورتی کے تصور کو ناقدانہ انداز میں یوں واضح کیا ہے کہ ہر چیز جو خوبصورت ہے وہ بدصورت ہے اور اس کی بدصورتی کو انسان نظر انداز کر دیتا ہے اور شعوری طور پر اس کا ادراک کرنے کے باوجود اس کے ظاہر پر توجہ دیتا ہے اور یہ بھول جاتا ہے کہ خوبصورتی کا منتہائے مقصود بدصورتی کے آگے سرنگوں ہونا ہے۔ بشریٰ رحمٰن نے 'رملی اور معاذ' کے کرداروں سے خوبصورتی کی بدہیتی کو جس طرح واضح کیا ہے۔ یہ گویا ایک کمپلیکس ہے جس نے متوسط طبقے کے زن و مرد کو خجالت کے اندھے کنویں میں اوندھا کر رکھا ہے۔ یہ اقتباس ملاحظہ کیجیے:

”چلو جی! رنگ تو برداشت ہو جاتا ہے۔ ویسے بھی مرد تو سانولے سلونے ہی اچھے لگتے ہیں۔

معاذ کا رنگ سانولا نہیں سیاہی مائل تھا اور رملی کے قریب ہی بیٹھا ہوا ایک دم کا کالا لگتا تھا۔ صرف رنگ کی بات نہیں تھی۔ اس کے چہرے پر چیچک کے داغ بھی تھے۔ رملی کو ابکائی آئی۔ جیسے سیاہ مٹی کے اوپر بارش کے قطرے گرے ہوں۔ کیسی جاہل اور گنوار ماں کا بیٹا تھا جس نے بچپن میں اسے چیچک کا ٹیکہ نہیں لگوایا تھا۔"(۲)

بشریٰ رحمٰن نے اس ناول میں درجن کے قریب چھوٹے بڑے کرداروں کی نفسیاتی الجھنوں کا تجزیہ کیا ہے اور ان کے خوبصورتی کے معیار کو تہذیبی انحطاط کے زوال آمادہ سماج میں ٹٹولنے کی کوشش کی ہے۔ بشریٰ نے 'رملی' کے کردار کے بارے میں خصوصی توجہ کی ہے۔ اس لڑکی کے خوابوں کی تعبیر کو معاشرے کی ہر عورت کے لیے عبرت کدہ قرار دیا جس وقت وہ معاذ کی محبت اس کی بدہیتی کی وجہ سے ترک کر کے کسی اور کے ساتھ یگانت کا تعلق استوار کر لیتی ہے۔ اس کی طبیعت اور فطرت میں مذلت کا عنصر اس قدر دخیل ہے کہ اس کے حُسن کے معیار کے آگے معاذ کی وفاداری کوئی معنی نہیں رکھتی۔ یہ اقتباس ملاحظہ کیجیے:

"اس کی آواز بے تاب جذبوں سے بوجھل ہوئی۔ اس کے لہجے میں عشق کا رس ہوتا، اس کے ہاتھوں کی ایک ایک پور بولتی۔ ایک کسیلی اور شدید ہوا اس کی سانسوں سے پھوٹنے لگتی۔۔۔ ایسی ہوا جو شرم و حیا۔۔ انا خودداری کے ننھے ننھے پودے اکھیڑ کر رکھ دیتی ہے۔۔ جو پاگل آندھیوں کا پیش خیمہ بن جاتی ہے۔۔۔ جس میں دو متوالے سمٹ کر ایک بگولہ بنا جاتے ہیں۔۔ مگر رملی آنکھیں بند کر لیتی۔۔۔ پھر اپنا بازو اپنے پھڑکتے پپوٹوں پر رکھ لیتی اور زاروقطار رونا شروع کر دیتی ہے۔"(۳)

بشریٰ رحمٰن نے 'رملی' کردار پر ساری توجہ اس لیے صرف کی کہ یہ کردار ہمارے معاشرے میں ہر جگہ موجود ہے اور اس کی شخصیت میں ہر قسم کے معیار کو تنزل کی نگاہ سے دیکھنے کے داعیات موجود ہیں۔ بشریٰ نے اس ناول میں 'کسریٰ' کے کردار کو ایک ناصح اور مصلح قرار دیا ہے جو زندگی کے فلسفے کو جانتی ہے اور معاشرتی بدلاؤ کے ہنگامہ پرور معیارات کا گہرا ادراک رکھتی ہے۔ بشریٰ نے اس کردار کے ذریعے ایک عورت کے سچے جذبات اور مثالی خاتون کے اعلیٰ اوصاف کا نقشہ کھینچا ہے۔ یہ اقتباس دیکھیے:

"زندگی میں ہر چیز کی ضرورت ہوتی ہے رمو۔ فرض کرو دو چار سال تمہارے ہاں بچہ نہ ہوتا یا ڈاکٹر کہہ دیتی کہ خدا ناخواستہ تم تخلیق کی اہلیت سے محروم ہو تو پھر۔۔۔۔ اپنے تمام تر ظاہری حُسن کے باوجود تمہیں کوئی پسند نہیں کرتا۔۔ یہ بدصورت شوہر بھی تمہیں ٹھکرا دیتا

اور کہتا مجھے تو وہ عورت خوبصورتی لگتی ہے جس کی گود میں بچہ ہو۔ خواہ اندھی، لولی ہو یا لنگڑی ہو۔"(۴)

بشریٰ رحمٰن نے اس ناول میں 'جیدا' کے کردار کو 'شر و فساد' کا مظہر قرار دیا ہے جس نے معاذ اور رملی کے درمیان نزاعت پیدا کرنے کی کوشش کی۔ یہ پاکستانی مرد اور عورت کا عجیب ڈھونگ ہے کہ جب محبت میں ناکامی ہوتی ہے تو ایک دوسرے کو خوب لتاڑا جاتا ہے اور جب تک ایک دوسرے کو ہر پیچ برتاؤ سے اس قدر زچ نہ کر لیا جائے کہ نام سننے سے وحشت ہونے لگے؛ کوئی پاؤں کی مٹی چھوڑنا گوارا نہیں کرتا۔

بشریٰ رحمٰن نے یہاں عورت کی نفسیات کے مسائل سے بھی پردہ اُٹھایا ہے۔ معاذ کے چیچک زدہ چہرے کے نقص کے سوا اس کی پوری شخصیت تحسین کے لائق ہے اور وہ 'رملی' سے 'جیدا' کے ڈر کے باوجود محبت کرتا ہے۔ بشریٰ رحمٰن نے معاذ کی مصلحت اندیشی اور وفاداری کو پاکستانی معاشرے کے وفادار مرد کی علامت بنا دیا ہے۔

"یہ کیا کر رہے ہیں آپ۔ خدا کے لیے میرے پاؤں چھوڑ دیں۔ جیدا آجائے گا۔ کیا۔۔۔ کیا کہے گا۔ جب تک تم مجھے معاف نہیں کرو گی۔ اور وعدہ نہیں کرو گی کہ میری بات کا کبھی برا نہیں مانو گی تو میں یونہی تمہارے پاؤں پکڑے بیٹھا رہوں گا۔ مجھے جیدے کی پروا نہیں اور نہ میں اس دنیا سے ڈرتا ہوں۔"(۵)

بشریٰ رحمٰن کے اس ناول میں جہاں مردانہ کردار کے مقابلے میں زنانہ کرداروں کی کثرت ہے وہاں مرد کی شخصیت اور اس کی نفسیات سے متصل اندیشوں اور خدشات کا غائر تجزیہ بھی گہری رمزیت سے کیا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ رشی کمار شرما لکھتے ہیں:

"بشریٰ رحمٰن کے ناول "خوبصورت" میں معاذ کی ذو معنوی ذہنیت سے حیرت ہوتی ہے کہ کس طرح اس نے رملی کو بہلائے رکھا اور جیدہ کے گن بھی گائے۔ اس ناول کی ضخامت میں سطحیت کے باوجود واقعات کا ایک تسلسل نظر آتا ہے جس سے ناول کا پلاٹ جھولنے کے باوجود کہانی کی روانی کو متاثر نہیں ہونے دیتا۔"(۶)

بشریٰ رحمٰن کے اس ناول کا غائر مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بشریٰ رحمٰن زندگی کے بارے میں ایک گہرا فلسفہ رکھتی ہیں۔ ان کی زبان سلیس، سادہ اور عام فہم ہے جس سے رمز و ایمائیت کے سبھی اسرار قاری پر سہل انداز میں منکشف ہوتے چلے جاتے ہیں۔ بشریٰ رحمٰن نے تمثیلات سے کام لیا ہے اور عام فہم تشبیہات و استعارات سے بھی کرداروں کی نفسیاتی گتھیوں کو سلجھانے کی خوب کوشش کی ہے۔ یہ اقتباس ملاحظہ کیجیے:

"شوہر آسمان ہوتا ہے اور بیوی زمین ہوتی ہے۔ ہر زمین کا ایک آسمان ہوتا ہے اور کوئی زمین آسمان کے بغیر نہیں ہے۔ زمین و آسمان کا جنم جنم کا ناتا ہے۔ زمین و آسمان کا نام ساتھ ساتھ آتا ہے۔ زمین جب نرم اور بھری بھری ہو جاتی ہے تو آسمان اس پر جھک جاتا ہے۔ کیا آسمان کی حقیقت سے انکار کیا جا سکتا ہے؟"(۷)

بشریٰ رحمٰن کے شہرہ آفاق ناول "پیاسی" کو ان کے دیگر ناولوں کے مقابلے میں زیادہ پذیرائی ملی۔ یہ ناول انھوں نے محبت کے گرد گھومنے والی کائنات کے متعلق لکھا ہے۔ اس ناول میں عورتوں کی ذہنی کشمکش، معاشرے میں تصور نسائیت کے استحصالی رویئے کی ناقدانہ تجزیاتی تحریک کو جس انداز میں بشریٰ رحمٰن نے اس ناول میں بیان کیا ہے یہ خاصے کی چیز ہے۔

اس ناول میں جہاں محبت کی پھیلی ہوئی وسیع کائنات کا رنگ و آہنگ ملمع و خوشامد و ایفا سے مملو ہے وہاں معاشرتی ناانصافی، جور و جبر اور اقتصادی ارزانی کا رونا بھی رویا گیا ہے۔ بشریٰ رحمٰن نے اس ناول میں زندگی کی گہری صداقتوں سے پردہ اُٹھایا ہے اور قاری کو سوچنے پر مجبور کر دیا ہے کہ جو کچھ وہ سوچتا ہے سمجھتا ہے اور قائم کر کے طرزِ حیات کے جملہ عوامل کو زیست کرتا ہے وہ اپنے اندر ہیجان انگیز خدشات لیے ہوئے ہیں جن کا قلع قمع کرنا اس کے بس کی بات نہیں ہے۔

اس ناول کے مرکزی کردار 'حماد' اور 'آمنہ' ہیں جن کے گرد پورے ناول کا دھارا بہتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ ان کی آپسی التفات نے پورے ناول کی فضا کو رومانوی بنا دیا ہے۔ اس ناول میں موجود دیگر کردار جیسے "ابراہیم، سجیلہ، ڈولی، عابد حسین جہانگیر" ایک مخصوص کیفیت او ر ہیجان لیے سامنے آتے ہیں اور قاری پر دیرپا اثر چھوڑتے ہیں۔

بشریٰ رحمٰن نے اس ناول میں متوسط گھرانے کی محبت کا پوسٹ مارٹم کیا ہے۔ اس محبت میں ہزارہا نقص ہونے کے باوجود اس کے ایفائی تقاضوں کو کوہساروں کی چوٹیوں سے بالاتر دکھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ معاشرتی نظام کی اندھیر نگری میں جہاں عام انسان کی زندگی بنیادی ضرورتوں کو ترس رہی ہے وہاں آمنہ اور حماد کی محبت کا رنگ کچھ اور ہی جلوہ گری پر سر کھجلاتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔

بشریٰ رحمٰن نے اس ناول میں مردانہ کرداروں کے مقابلے میں زنانہ کرداروں کو شعوری تحدید کے ساتھ نپے تُلے الفاظ میں پیش کیا ہے جس سے بشریٰ رحمٰن کے متوازن ذہن کی تعمیری سوچ کا پتہ چلتا ہے۔ نسوانی کرداروں میں "بیگم ابراہیم، آمنہ، سکینہ، ڈولی، بیگم سجاد" وغیرہ کی شخصیت کو غیر معمولی انداز میں معاشرے کا

ترجمان بنا کر پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

پاکستانی معاشرے میں جہاں بنیادی ضرورتوں کے فقدان کا تماشا رہتا ہے اور اسی کو سیاست دان ووٹ کے لیے استعمال کرتے ہیں اور خواب دکھاتے ہیں وہیں مرد و عورت کے معاشرتی معیارات کے امتیازات پر دونوں طرف سے دشنام طرازی کی ایسی سرد جنگ جاری رہتی ہے جس میں ایفاو اخلاق اور مروت ولحاظ سرپٹ جوتے چھوڑ راہِ فرار اختیار کرتا دکھائی دیتا ہے۔

بشریٰ رحمٰن نے ڈولی کے کردار کو جس طرح تراشا ہے اور اس کے بدن کی وضع قطع کا سراپا لفاظی کاریگری سے ڈھالا یہ دیکھنے اور محسوس کرنے کی چیز ہے۔

> ''چھوٹے سے قد کی سڈول جسم ڈولی غالباً کسی کی توجہ کا مرکز نہ بنتی اگرچہ وہ مختلف کاروں اور سکوٹروں پر کالج آیا جایا کرتی تھی لیکن کوئی کار اس کے انکل کی تھی یا چچا ماما کی۔ جب اُسے کوئی لفٹ نہ دیتا تو وہ اپنی پرانی بائیسکل کو گھسیٹتے ہوئے عجب وضع کے ساتھ گھر پہنچتی تو شدید غصے کے عالم میں بڑابڑاتی۔''(۸)

بشریٰ رحمٰن کا شمار اردو کی نمایندہ ناول نگار خواتین میں ہوتا ہے۔ ان کے ہاں روایتی مضامین کی فراوانی اُسی طرح دکھائی دیتی ہے جس طرح عصمت، قرۃ العین، بانو قدسیہ اور دیگر ہم عصر ناول نگاروں کے ہاں موجود ہے۔ بشریٰ رحمٰن نے عورت کے وجود کو اپنے لیے نعمت تصور کیا ہے اور اس وجود پر اُٹھنے والی ہر بد نگاہ کو پتھر سے الٹ دینے کی جرات دکھائی ہے۔ ان کی اس ہمت اور حوصلے کی داد؛ سید ضمیر جعفری نے ان الفاظ میں دی ہے:

> ''بشریٰ رحمٰن اردو ادب کا ریفرنڈم جیت چکی ہے۔ بشریٰ کی مقبولیت کا راز متوسط طبقے کے مسائل کی نشاندہی کرنا ہے اور وہ اپنے بیانیے میں آس پاس کی مٹی کو گواہ بنا کر لکھتی ہیں اور تحریر میں اپنے مقصد کو امر کر دیتی ہیں۔''(۹)

بشریٰ رحمٰن کے ہاں نسائیت کے وجود کی بازگشت کا عنصر ان کی تحریر میں غلبہ کیے ہوئے دکھائی دیتا ہے۔ بشریٰ کے ہاں عورت کے مسائل اور اس کے جذبات کے استحصال کا نوحہ ملتا ہے رونا نہیں۔ بشریٰ کی تحریر ایک میچور تحریر ہے جس میں جذباتیت ہونے کے باوجود سنجیدگی کا پہلو تحریر کے اثر کو زائل نہیں ہونے دیتا۔ ڈاکٹر عاصمہ رانی لکھتی ہیں:

> ''بشریٰ رحمٰن کا المیہ یہ ہے کہ وہ قاری کو ناول کے آخر تک تجسس میں رکھتی ہیں۔ واقعات در واقعات کی سُست روانی سے منزل کی طرف رواں لیے جاتی ہیں۔ ان کے ناول "پیاسی" میں

پیاس کو بطور علامت پیش کیا گیا ہے۔ حماد اور آمنہ کو باہم ملا کر پھر سے الگ کر کے جدائی کے فلسفے کو ذہنی انتشار سے جوڑ کر منظر سے غائب کر دینا اور اواخر میں پھر سے ایک دوسرے کو سامنے لا کھڑا کرنا ناول کے مرکزی دھارے کی روانی میں کسمساہٹ کو بڑھاتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔"(۱۰)

بشریٰ رحمٰن نے اس ناول میں کرداروں کی باہمی گفتگو میں ایک تکرار کی کیفیت بھی شعوری طور پر روا رکھی ہے جس سے ان کی ذہنی عجلت پسندی کی گرہیں کھلتی ہیں اور انسان کے مفاد پرست رویئے کے بارے میں آگاہی ہوتی ہے۔ حماد اور آمنہ کے درمیان شادی کو لے کر تخیل میں کی ہوئی گفتگو کے اس اقتباس سے بشریٰ رحمٰن کی کرداروں کی نفسیات پر گرفت کو ملاحظہ کیجیے:

"ساون ہو یا بھادوں۔ کوئی جئے یا مرے۔ آپ کو بس شادی کی پڑی ہوئی ہے۔ کسی وسیلے سے۔ کسی بہانے سے آپ کی شادی ہو جائے۔ مجھے تو ڈر ہے کہیں آپ کی یہ آرزو دھری نہ رہ جائے۔ سُنا ہے شادی کے شائق لوگوں کی شادی کا معاملہ ہمیشہ کھٹائی میں پڑا رہتا ہے۔"(۱۱)

بشریٰ رحمٰن کے سبھی ناول ضخیم ہیں۔ سواڑھائی سو صفحہ کا ناول شاید ان سے لکھا نہیں جاتا۔ اس کی وجہ ان کے ذہنی ارتکاز کا معمول سے زیادہ سنجیدہ ہونا ہے۔ بشریٰ کے ناول میں ایک وسیع دُنیا کا سماج پھیلا ہوا ہے جس کو ایک خاص ترتیب سے ہولے ہولے کریدتے، پھٹکتے اور ٹٹولتے بات کہیں سے کہیں نکل جاتی ہے۔ بشریٰ رحمٰن کو اس بات کا احساس ہے جس کا ذکر انھوں نے خود اپنے ایک انٹرویو میں کیا ہے:

"میں اٹھتے بیٹھتے ہوئے ناول لکھ تو لیتی تھی لیکن میں سمجھتی تھی شاید میں سکرپٹ باقاعدگی سے نہ لکھ سکوں گی۔ ٹی وی والوں کو بہت جلدی تھی اور جب بھی میرا ناول چھپتا تھا وہ مجھ سے مانگنے آجاتے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ ہمیں "پیاسی" دے دیجیے۔ مگر "پیاسی" اور "لگن" میرے پسندیدہ ناول ہیں۔ میں چاہتی نہیں تھی کہ ان پر تجربہ ہو۔ میں یہ بھی نہیں جانتی تھی کہ ہمارے ہاں مصنف کے ساتھ یہ سلوک کیا جاتا ہے کہ اسے ڈرامے سے بے دخل کر دیا جاتا ہے۔ اگر مجھے معلوم ہوتا تو میں انہیں ناول ہرگز نہ دیتی۔"(۱۲)

بشریٰ رحمٰن کے ناول "پیاسی، لگن، خوبصورت" کی ضخامت اس کے موضوع کی وسعت کے آگے بہت بڑی بات معلوم نہیں ہوتی۔ بشریٰ نے جب یہ ناول لکھے تھے تب ناول لکھنے کا یہی رجحان تھا۔ ناول ایک سماج کا ترجمان ہوتا ہے۔ ناول میں ایک دُنیا بسائی جاتی ہے اور اس دنیا کے جملہ معاملاتِ کار کو ایک خاص ترتیب سے قاری

کے سامنے اس طرح لایا جاتا ہے کہ مصنوعی آب و ہوا کا ذائقہ فطرت کے اصیل ذائقے پر گراں بار نہ گزرے۔

بشریٰ رحمٰن نے موقع محل کے مطابق جہاں محسوس کیا وہیں منظر نگاری کو واقعات کے ساتھ مدغم کر دیا ہے۔ واقعات و جزئیات کے ساتھ بیان کرنے کی سنجیدہ کوشش بشریٰ کے ہاں قطعیت کے ساتھ موجود ہے۔ پڑھتے پڑھتے جہاں قاری کی طبیعت بوجھل ہونے لگتی ہے وہاں منظر نگاری کے سحر میں مبتلا کر کے چونکا دینے کی صلاحیت بشریٰ کے ہاں بہت سلیقے سے دکھائی دیتی ہے۔

> "وہ بستر پر پڑی کافی دیر تک کروٹیں بدلتی رہی اور آئندہ زندگی کا لائحہ عمل تیار کرتی رہی۔ گیارہ یا بارہ بجے کے قریب جب اُس کا ذہن سوچ سوچ کر شل ہو چکا تھا تو اُسے یوں محسوس ہوا جیسے باہر کوئی گاڑی رُکی ہے اور کوئی اندر آ رہا ہے۔ اُٹھ کر اُس نے پردے کی اَوٹ سے دیکھا تو اُس کا اندازہ صحیح نکلا۔ عابد حسین جھومتا جھومتا اپنے کمرے کی طرف جا رہا تھا۔"(۱۳)

بشریٰ رحمٰن کے ناول "پیاسی" میں زبان کی ایک خاص لگاوٹ کا احساس ہوتا ہے۔ بشریٰ طویل جملے لکھنے سے گریز کرتی ہیں۔ ان کے ہاں رموزِ اوقاف کا استعمال کم نظر آتا ہے جبکہ فصاحت کا التزام بطورِ خاص کیا گیا ہے۔ بشریٰ کے اسلوبِ نگارش کو ان کی انفرادیت کے کلیدی وصف سے متصل کیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر عبد السلام خورشید لکھتے ہیں:

> "بشریٰ رحمٰن کے اُسلوب نگارش میں غضب کی روانی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ الفاظ کی بادشاہ ہیں اور اپنے مافی الضمیر کو ظاہر کرنے کے لیے ایسے الفاظ کی تلاش میں دقت کی آخری حد تک گزرنا گوارا کر لیتی ہیں جس سے تسلسلِ بیان کا تاثر زائل نہیں ہوتا۔ بشریٰ کی یہ محنت قاری کے لیے تحریر کو پڑھنا آسان بنا دیتی ہے اور وہ بغیر روک ٹوک مطالعہ کیے جاتا ہے؟"(۱۴)

بشریٰ رحمان کا ناول "دانا رسوئی" خصوصی توجہ کا حامل ہے۔ اس ناول میں بشریٰ نے عورت پر ہونے والے سماج کے ظلم اور خانگی معاملات میں اس پر عدم اعتماد کی صورت میں درپیش مسائل پر کھل کر اپنی آرا کا اظہار کیا ہے۔ اس ناول کے مرکزی کردار 'اقلیم سلطانہ' کے 'موتیا' اور پھر 'طیبہ بقائی' سے اُستوار ہونے والے تعلقات کی کھٹنائی کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔

ڈاکٹر نجمہ شاہین کھوسہ لکھتی ہیں:

''ناول "دانا رسوئی" میں تخیل کی نزاکتوں اور فن کی ندرتوں کو موزوں، بر محل اور تراشیدہ الفاظ سے موزونیت دے کر بشریٰ رحمان نے اپنی فنی لیاقت کا جو ثبوت دیا ہے وہ یقیناً تحسین کے لائق ہے۔ اس ناول میں اقلیم سلطانہ کی ذہنی کشمکش کے ارتکاز کو جس طرح بشریٰ نے توڑا ہے اس سے 'دانا رسوئی' کی معنویت سمجھ میں آتی ہے۔''(۱۵)

یہ ناول ایک ایسے معاشرے اور تہذیب کی عکاسی کرتا ہے جہاں عورت کا ہر طرح سے استحصال کیا جاتا ہے۔ اس کے جسم و جاں سے لے کر اس کی روح تک کو تار تار کیا جاتا ہے۔ ریت کے ذروں کی طرح اس کی عزتِ نفس کو اچھالا جاتا ہے۔ اور اسے ریزہ ریزہ کر کے اپنی ہی کرچیوں پر چلنے اور لہولہان ہونے پر مجبور کیا جاتا ہے۔

بشریٰ رحمٰن کا ناول "لگن" بھی خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔ یہ ناول ان کے پسندیدہ ناولوں میں سر فہرست ہے۔ اس ناول کو لکھنے میں انھیں چھے برس لگے۔ یہ ناول اپنے اندر موضوعات کا یک جہان لیے ہوئے ہے۔ بشریٰ کے ناولوں کے موضوعات اگرچہ روایتی ہیں لیکن ان میں مواد اور پیش کش کی جدت دکھائی دیتی ہے۔

بشریٰ نے ناول "لگن" میں اپنی ذات کے مشاہدات اور عملی تجربات کا نسائی لب ولہجے میں اظہار کیا ہے۔ ان کے اس ناول میں زبان پر بطور خاص توجہ دی گئی ہے۔ کرداروں کی باہمی چپقلش اور مفاد پرستی کے پست رویے سے جس صورتحال نے جنم لیا اُسے تسلسل کے ساتھ سمیٹ کر مرکزی نکتہ تک لے آنا معمولی بات نہیں ہے۔

اس ناول کے انتساب "وطن کی بہو بیٹیوں کے نام" سے اس کے موضوع کی قطعیت اور وسعت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ اس ناول میں پاکستانی معاشرے کی پسی ہوئی نظر انداز خواتین کو ایک طرح سے بازیاب کروایا گیا ہے اور ان کے حقوق کے لیے بشریٰ رحمٰن نے تحریری جنگ لڑی ہے اور اس میں یہ کامیاب رہی ہیں۔

یہ ناول ان کے دیگر تمام ناولوں کے مقابلے میں ضخیم ترین ناول ہے جس میں کرداروں کی کثرت ہونے کے باوجود کرداروں کے تشخص کو ایک خصوصی انفرادیت میسر ہے۔

اس ناول میں 'آفاق' اور 'فلک ناز' کا قصہ دلچسپی سے متصف ہے۔ اس جوڑے کی باہمی قربتیں اور ہجر و وصال کی صبح و شامیں عجب نظارہ پیش کرتی ہیں۔ خاص طور سے ان کے درمیان دنیاوی مفادات کے سمجھوتے کی انوکھی واردات نے پورے قصے کو زعفران کر دیا ہے۔ بشریٰ رحمٰن کو یہ ملکہ حاصل ہے کہ معمولی بات کو غیر معمولی بنالینے کا فن خوب جانتی ہیں۔

فلک ناز کی آفاق کے ہاں ملازمت سے شروع ہونے والی قربت کے مجبور سمجھوتے نے کہانی کے تسلسل کو اپنے اندر جیسے روانی کے پنہاں سوتوں سے ہم آہنگ کر دیا ہو۔

بشریٰ رحمٰن نے ایک ملازم لڑکی کی مجبوریوں اور مقہوریوں کا تذکرہ فلک ناز کے کردار کی صورت بڑی خوبصورتی سے کیا۔ فلک ناز نوکری کو ایک دھندہ سمجھتی ہے اور اسے برا خیال کرتی ہے لیکن اس کے حالات نے اسے مجبور کر رکھا ہے کہ وہ اپنی عزت کی پروانہ کرتے ہوئے اس کارِ ندامت کو کچھ دن اور سہہ لے کہ حالات کا دھارا بدل جائے اور اس کے ارمانوں کو ضرورت کا سامان میسر آجائے۔ اقتباس ملاحظہ کیجیے:

> ”سارا وقت وہ اندر ہی اندر کھولتی رہتی اور سوچتی رہتی۔ اس کو یہ نوکری چھوڑ دینی چاہیے۔ کیا گلیمر ہے اس نوکری میں وہی لگی بندھی روٹین، وہی کام، وہی دفتر کا پھیکا ماحول، جو مشن وہ یہاں لے کر آئی تھی وہ ناکام ہو گیا تھا اور پھر کوئی اُمید پوری ہوتی نظر نہیں آتی تھی۔“(۱۶)

فلک ناز آفاق کو اپنے چنگل میں پھنسانے میں ناکام رہی اور اس نے 'بوبی' کو اپنے قابو میں کرنے کی کوشش میں اس کی وصلت کے آگے خود کو ننگوں کر لیا۔ اس کے ننھے سے دل میں اگرچہ آفاق کی محبت دھڑک رہی تھی اس کے باوجود اس کا مرمریں جسم بوبی کے حلقے میں لرزہ بر اندام تھا اور وہ چاہ رہی تھی کہ اس حصار کو توڑ کر دور کہیں خلاؤں کی وسعتوں اور سمندر کے پاتال میں اُتر جائے۔

یہ اقتباس ملاحظہ کیجیے جس میں مصنفہ نے نثر میں شاعرانہ رنگ بھر دیا ہے:

> ”ایک دم اُس کا دل چاہا۔ وہ اُٹھ کر ان ہاتھوں کو تھام لے۔ ان بند ہونٹوں پر اپنی اُنگلی رکھ دے۔ اس چوڑے چکنے سینے پر جس کے اندر دل دھڑک رہا ہے اور دل کی جنبش سے قمیص ہل رہی ہے، اپنا سر رکھ دے۔“(۱۷)

بشریٰ رحمٰن نے اس ناول میں محبت و رومان کی باہمی کشمکش کو کمال خوبصورتی سے سمیٹ دیا ہے۔ بشریٰ کے دیگر ناولوں کی نسبت اس ناول کی جملہ بُنت میں فنی حُسن کا ارتکاز ملتا ہے۔ زبان و بیان، واقعات و جزئیات، منظر نگاری، کردار تراشی اور سماجی و تہذیبی ارزانی کے جملہ مظاہر اس ناول کو اردو ناول کی روایت میں نمایاں مقام دلوانے میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔

ڈاکٹر شگفتہ جمال انصاری لکھتی ہیں:

> ”بشریٰ رحمٰن کے ناول "لگن" میں عورتوں کے مسائل کی نشاندہی کا انداز ملتا ہے اور جس طرح مصنفہ نے اس ناول میں عورت کی شخصیت کے مختلف شیڈز کو واضح کیا ہے یہ عنصر مرد ناول نگاروں کے ہاں بہت کم دکھائی دیتا ہے۔ اردو کے مرد اور خاتون ناول نگاروں کے ہاں عورت کے تصور میں خاصا بُعد نظر آتا ہے جسے بشریٰ رحمٰن نے اپنے ناولوں میں کم کرنے کی

بھرپور کوشش کی ہے۔"(۱۸)

بشریٰ رحمٰن نے اس ناول میں آفاق اور فلک ناز کو مرکزی کرداروں کی صورت دکھایا ہے جن کے درمیان ہر قسم کی بدگمانی، اندیشوں اور وسوسوں کے دور چلے؛اس کے باوجود ان کے درمیان ایک مستقل تعلق قائم رہا۔ فلک ناز نے خود کو آفاق کے آگے ڈھیر کر دیا اور اپنی محبت کی سچائی کو آفاق پر ثابت کرنے میں کامیاب ہوگئی۔ بشریٰ نے اس ناول میں فلک ناز عرف فلکی کو ایک مثالی عورت اور مثالی بیوی بنا کر دم لیا ہے۔ یہ اقتباس اس رائے کی تصدیق کرتا ہے:

"اس یادگار دن میں آپ کو آپ کی آزادی لوٹاتا ہوں۔ آپ نے واقعی ایک مثالی خاتون بن کر دکھایا ہے اور بڑی لگن کے ساتھ زندگی کا قرینہ سکھایا ہے۔"(۱۹)

بشریٰ رحمٰن کے ناولوں کا مجموعی طور پر جائزہ لینے سے یہ رائے قائم کی جاسکتی ہے کہ بشریٰ رحمٰن نے صنفِ ناول کو وسعت اور تسلسل بخشا ہے۔ اکیسویں صدی کے نسائی اردو ناول میں بشریٰ رحمٰن کے ناول ایک خاص سماجی، تہذیبی، معاشرتی اور اقداری اہمیت رکھتے ہیں۔ ان ناولوں میں روایتی موضوعات کی تکرار موجود ہونے کے باوجود اُسلوبِ نگارش کی جدت نظر آتی ہے۔

بشریٰ رحمٰن نے روایتی موضوعات کی تکرار کے باوجود عورت کے نسائی وجود اور اس کی ذات سے متصل معاملات کے حل کی طرف مثبت اشارے دیئے ہیں۔ بشریٰ رحمٰن کا مجموعی فنی کام اکیسویں صدی کے نسائی اردو ناول میں بے حد اہمیت کا حامل ہے۔

حوالہ جات

۱۔ رضی الدین رضی، بشریٰ رحمان۔ایک ہمہ جہت شخصیت،مشمولہ انٹرویو،روزنامہ،نوائے ملتان،منگل،۰۳ فروری،۱۹۸۵ء

۲۔ بشریٰ رحمن،خوبصورت،دہلی:کتاب والا،۲۰۰۸ء،ص۰۸

۳۔ بشریٰ رحمن،خوبصورت،ص۲۵

۴۔ ایضاً،ص۸۷

۵۔ ایضاً،ص۱۹۹

۶۔ رشی کمار شرما،معاصر اردو ناول:ایک تجزیاتی مطالعہ،۱۹۸۰تا۲۰۱۰ء،غیر مطبوعہ مقالہ،پی ایچ ڈی،بنگال:وشوا بھارتی یونی ورسٹی،مغربی بنگال،۲۰۱۸ء،ص۲۱۷

۷۔ بشریٰ رحمٰن،خوبصورت،ص۳۸۷

۸۔ ایضاً،ص۰۶

۹۔ ضمیر جعفری،سید،کتابچہ،محترمہ بشریٰ رحمان:دخترِ پاکستان،سن،ندارد،ص،۱۶

۱۰۔ عاصمہ رانی،ڈاکٹر، بشری رحمن کے ناول "پیاسی کا فکری و فنی جائزہ،مشمولہ،سہ ماہی،حرف و سخن، شمارہ۰۶، ۲۰۲۲،ص،۵۷

۱۱۔ بشریٰ رحمان،پیاسی،دہلی:ناز کتاب گھر،۱۹۸۵ء،ص۸۳

۱۲۔ رضی الدین رضی۔بشریٰ رحمان۔ایک ہمہ جہت شخصیت،مشمولہ انٹرویو،روزنامہ،نوائے ملتان،منگل،۰۳ فروری،۱۹۸۵ء

۱۳۔ بشریٰ رحمان،پیاسی،ص۲۰۶

۱۴۔ عبدالسلام ندوی،ڈاکٹر،بشریٰ رحمٰن کا اُسلوبِ نگارش، مشمولہ، یہ باتیں تیری یہ فسانے تیرے،(لاہور:شرکت پریس،۲۰۱۸)ص۵۷۴

۱۵۔ کھوسہ، نجمہ شاہین،ڈاکٹر،بشری رحمن کا ناول "دانا رسوئی"۔ایک تجزیہ، مشمولہ،ویب گاہ،۰۶ ستمبر ۲۰۱۳

۱۶۔ بشری رحمان،لگن،دہلی:بسمہ کتاب گھر،۲۰۰۴ء،ص۲۳

۱۷۔ ایضاً،ص۱۵۶

۱۸۔ شگفتہ جمال انصاری،ڈاکٹر، اردو کے مرد اور خاتون ناول نگاروں میں تصورِ عورت۔تقابلی جائزہ، غیر مطبوعہ

مقالہ،پی ایچ ڈی،حیدر آباد:مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی،حیدر آباد،انڈیا،۲۰۱۷ء،ص۱۱۷

۱۹۔ بشریٰ رحمٰن،لگن،ص۵۵۷